جناب مولانا مولوی محمد صدر الدین خان بہادر سلمہ اللہ تعالیٰ

ہزار بار بشویم دہن زمشک وگلاب
ہنوز نام تو گفتن کمال بے ادبی ست

رسم ہے کہ جب مداحان ادب سرمست کو اثنائے سخن میں احتیاج ہوتی ہے کہ اپنے ممدوح کی طرف اشارت کریں، سخن کو اس طرح پر ادا کرتے ہیں کہ ادا فہمان معنی رس اس کے مطلب پر پہنچ جاتے ہیں اور اگر اس سے زیادہ توضیح کے نیاز مند ہوتے ہیں، ایسے چند اوصاف حمیدہ اور محامد گزیدہ یاد کرتے ہیں کہ سامع کا ذہن اس برگزیدہ انفس و آفاق کی طرف منتقل ہو جاوے۔ اور غرض اس سے یہ ہے کہ جو جاہ بلند اور مرتبہ ارجمند ممدوح کا ارفع ہے اس امر سے کہ اس کے نام والا مقام کو زبان پر لادیں۔ چاہتے ہیں کہ حتی الوسع ترک تصریح کریں اور جو کہ بعض محل کا اقتضا یہی ہوتا ہے کہ اس کے نام نامی و اسم گرامی کو مذکور کرنا چاہئے بمقتضائے الاسماء تنزل من السماء کے ایسے اکابر عظام اور ایسے عمائد والا مقام کو نام بھی موافق علو شان کے مرحمت ہوتا ہے پس جیسا کہ ان کی رفعت جاہ اور والائے دستگاہ اور بلندی قدر مقدار اور بزرگی شان و اقدار پر یہ نام دلالت کرے گا ان صفات سے ایسی

مفتی صدر الدین آزردہ

مفتی صدر الدین آزردہ ۱۲۰۴ھ مطابق ۱۷۹۹ء میں بمقام دہلی پیدا ہوئے۔ نسلاً کشمیری تھے۔ والد ماجد کا نام مولوی لطف اللہ تھا۔ علوم کی تکمیل حضرت شاہ عبد العزیز، شاہ رفیع الدین اور مولانا شاہ محمد اسحاق علیہم الرحمۃ کی خدمت میں کی تھی۔ خوش نویسی میں بہادر شاہ ظفر کے شاگرد تھے۔ حضرت مفتی صاحب اپنے زمانے کے جید فاضل اور متبحر عالم تھے اور اس زمانے کی علمی و ادبی سوسائٹی میں نہایت ممتاز اور سربرآوردہ تھے۔ مولانا ابوالکلام آزاد لکھتے ہیں:

"مفتی صدر الدین اس عہد کے اکابر و افاضل میں ایک غیر معمولی فضیلت و جامعیت کے آدمی تھے۔ علوم کی تکمیل شاہ عبد العزیز کی خدمت میں کی۔ والد مرحوم (مولوی خیر الدین) کے نانا مولوی منور الدین رکن المدرسین اور مولانا رشید الدین

کوئی صفت ہے کہ اس کے قائم مقام ہو سکے۔ اسی واسطے حق جل و علیٰ بھی کبھی اپنے نام پاک کو مصرح یاد فرماتا ہے۔ ذرہ بے مقدار اول از راہ ادب کے طریقہ صفات میں رہ گزا ہوتا ہے اور چونکہ اس سرتا سر اخلاق پسندیدہ کے اوصاف حمیدہ تحریر اور اندازہ تقریر سے متجاوز ہیں۔ عنان ادب کو ہاتھ سے دے کر دست توسل کو ذیل اسم سامی میں متسبب کرتا ہے کہ ایسے نام کا لینا گویا صفات غیر متناہیہ کا حصر اور دریا کو کوزے میں بند کرنا ہے۔

چہ نامی کہ مولائے نام توام

آغاز مدح

اکمل کملائے روزگار، افضل فضلائے ہر دیار، حاکم محاکم جاہ و جلال، متکی ارائک اقبال اقلیدس دز دائرہ علم، لوح طلسم علم، عالم محقق تجرید، مدقق سر جملہ علمائے متا لہین، رافع مناقشات حکماء و متکلمین، مجہول المفصل خصومات العدل بفیصل مقدمات مجلی آئینہ ناظر صدر تقدیر نخل بند حدائق فضل و افضال، مظہر صفات جلال و جمال، جامع محاسن صدری و معنوی، مستجمع کمالات ظاہری و باطنی، کاشف دقائق معقول، واقف حقائق فروع و اصول، تونگر صورت،

ان کے ہم درس رہے تھے ...... مفتی صاحب چونکہ مولانا منور الدین کے ہم درس رہے تھے اس لیے دونوں میں برادرانہ تعلقات قائم ہو گئے تھے۔ دہلی پہنچنے کے چند سال بعد انھوں نے (مولانا منور الدین نے) دہلی ہی میں شادی کرلی اور مقیم ہو گئے۔ اس معاملے میں بھی مفتی صاحب کے ایماء و مشورہ کو دخل تھا۔

والد مرحوم (مولوی خیر الدین) نے مفتی صاحب سے بھی تحصیل کی تھی۔ ان کے فضل و کمال اور جامعیت کے بے حد معترف تھے۔ فرماتے تھے ان کا سلوک مجھ سے بالکل ایسا تھا جیسا اپنے خاص عزیزوں سے ہوتا ہے۔...... فضل و کمال علمی کے ساتھ ادب و شعر کا ذوق بھی تینوں زبانوں میں تھا۔ عربی، فارسی

درویش سیرت، انسان پیکر، ملک سریرت، مرجع آرب جہاں وجہانیاں، مولانا مخدومنا مفتی محمد صدر الدین خان بہادر۔

قلم کو کیا طاقت کہ ان کے اوصاف حمیدہ سے ایک حرف لکھے اور زبان کو کیا یارا کہ ان کے محامد پسندیدہ سے ایک لفظ کہے۔ قطع نظر اس سے کہ اس زبدۂ جہاں وجہانیاں کی صفات کا احصار خیالات سے اور کمالات کا حصر مرتبہ متصورات سے ہے۔ جس وقت قلم چاہتا ہے کہ کوئی صفت صفات میں سے لکھے یا زبان ارادہ کرتی ہے کہ کوئی مدح مدائح میں سے کہے چونکہ ہر صفت قابلیت اول لکھنے کی اور مدح لیاقت پہلے بیان کرنے کی رکھتی ہے مدت تک یہی عقدہ بند زبان تحریر اور گرہ لسان تقریر رہتا ہے کہ کونسی صفت سے آغاز اور کونسی مدح سے ابتدا کرے۔ شعر

مجلس تمام گشت و بپایان رسید عمر ما ہمچناں در اول وصف تو ماندہ ایم

بے شائبہ تکلف و بے آمیزش مبالغہ ایسا فاضل اور ایسا کامل کہ جامع فنون شتی اور مستجمع علوم بے منتہا ہو۔ اب سوا اس گروہ علمائے روزگار کے بساط عالم پر جلوہ گر نہیں ان حضرات کی طبع رسا شکل رابع سے پہلے اس سے نتیجہ حاصل کرتی ہے کہ بدیہی الانتاج ہے۔

اردو تینوں زبانوں کے شاعر تھے۔ ان کا اردو کلام بہت تھوڑا ہے مگر جتنا ہے انتخاب ہے اور ان کے پایہ بلند کے شایان شان ہے۔"

والد مرحوم فرماتے تھے کہ ادب عربی کا ذوق ان سے بڑھ کر میں نے وقت کے کسی فاضل میں نہیں پایا۔ حماسہ سے سینکڑوں اشعار نوک زبان تھے۔ متنبی کا درس سب سے پہلے انھوں نے ہی دہلی میں دینا شروع کیا تھا۔ ورنہ اس کا کلام درس کی چیزوں میں شامل نہ تھا۔ انھوں نے متنبی کی ایک شرح بھی لکھی تھی۔"

افسوس کہ ان کی مصنفات غدر میں ضائع ہوگئیں، صرف ایک عربی رسالہ حدیث لا تشد الرحال کے متعلق میری نظر سے گزرا اور ایک تحریر مسئلہ امتناع نظیر پر۔"

ارباب فہم و ذکا اور ناخن فکر عقدہ لاینحل کو پہلے اس سے وا کرتا ہے کہ گرہ حباب کو انگشت موج دریا، معنی فہمی اس درجہ کہ راست و درست سمجھ لیا کہ زبان سوسن نے کیا کہا اور رمز شناسی اس مرتبہ کہ واقعی معلوم ہوگیا کہ نگاہ نرگس نے کیا اشارہ کیا۔ اگر ان کا حدس صائب مصحف گل پر تصنیف نہ لکھتا، بلبل امی محض رہتی اور اگر ان کا فکر رسا سطر شمشاد کے معنی نہ بیان کرتا قمری سجع خواں نہ ہوتی۔ ان کی دقت طبع اور حدت فہم کے سامنے لالہ کے داغ دل اور سنبل کی پریشانی اور ارغوان کی جگر خونی کی وجہ سے مضمون پیش پا افتادہ ہے۔ اگر ان کی رائے روشن معجزہ نما ہو نقطہ موہوم کو اشارہ انگشت سے تقسیم کرے اور جزو لایتجزی کو دو نیم قلب المؤمن عرش اللہ گویا انھیں کے قلب کی شان میں ہے کہ حامل وحی ان کے انفاس فیض اقتباس کے واسطے گوش بر آواز رہتا ہے اور لی مع اللہ ان پر علی الدوام صادق ہے کیونکہ کوئی وقت ایسا نہیں ہے کہ جبرئیل بارگاہ قرب الٰہی پر دیر تک اجازت بار کا منتظر نہ رہے۔ راہ حق میں تیز رو اور مسلک دنیا میں کاہل کوش لیکن تونگری ظاہری درویشی معنوی کی پردہ پوش ہے ؎

کسانیکہ راہ خدا داشتند چنین خرقہ زیر قبا داشتند

اس سے آگے لکھتے ہیں:

انگریزوں کو اس بات کی بڑی خواہش وجستجو رہتی تھی کہ مسلمانوں کے خاندانی اور ذی وجاہت اشخاص افتاء وصدارت کے مناصب قبول کرلیں تاکہ شمالی ہند میں انگریزی حکومت عوام میں مقبول ہوسکے۔ ہندوستانیوں کے لیے بڑے سے بڑا عہدہ صدر الصدور عدالت کا تھا۔ اس لیے اکابر وافاضل کو یہی پیش کیا جاسکتا تھا۔

دہلی چونکہ قدیم دارالحکومت اور اسلامی تہذیب کا مرکز تھی اس لیے یہاں کی صدارت کے لیے خصوصیت کے ساتھ اہتمام کیا جاتا تھا۔ کلکتہ سے صاحب کلاں (ریذیڈنٹ) کو لکھا گیا کہ امرائے شہر اور پادشاہ سے مشورہ کرکے کسی ایسے شخص کو

اگر مولوی جامیؒ زندہ ہوتے یہ بیت

چو فقر اندر لباس شاہی آمد بہ تدبیر عبید اللّٰہی آمد

سوا اس برگزیدہ انفس و آفاق کے اور کسی کی شان میں نہ کہتے۔ جو کہ ارباب معنی پر یہ بات ظاہر ہے کہ لباس فقر میں مصروف اطاعت ہونا اور گوشہ خلوت کو واسطے فراغ عبادت کے اختیار کرنا موجب شہرت ہے اور صیت بلند بسبب کثرت اہل دنیا کے اس شغل اہم سے باز رکھتی ہے۔ لباس اہلِ ظاہر کو اختیار کیا اور بسکہ احقاقِ حق اور فریاد رسی عباد اور عدل و انصاف افضل عبادات ہے۔ منصب صدارت کو اپنے ذمے لے لیا۔ سبحان اللہ کیا طریقہ داد ہے اور کیا سررشتہ انصاف ہے کہ نوشیرواں ان کے دیوانِ عدالت میں عہدہ پیشکاری کے لائق بھی نہیں سمجھا جاتا۔ باقی رہا عدلِ عمرؓ یہاں بسبب ادب کے کچھ کہا نہیں جاتا۔ شوکتِ ظاہری سے ان کے دربار میں دارا کو گزارا نہیں اور جلالتِ باطنی سے ان کی خلوت میں فرشتے کو بار نہیں۔ باوجود ان مراتب بلند اور اس منصب ارجمند کے خلق محمدی کو اختیار کیا ہے کہ افادہ علوم اور افاضت مسائل دین کے وقت پر ہر ادنی کو اجازت سخن ہے۔

صدر الدور مقرر کریں جس کی وجاہت اور علم و فضل مسلمانوں میں مسلّم ہو، ریذیڈنٹ نے پادشاہ اور امرائے شہر سے مشورہ کیا۔ سب کی رائے ہوئی کہ اگر مولوی صدرالدین منظور کرلیں تو ان سے بہتر کوئی شخص نہیں ہوسکتا۔ چنانچہ پادشاہ اور امراء و ثقات کے متفقہ اصرار سے انھوں نے یہ منصب قبول کرلیا۔"

والد مرحوم (مولوی خیر الدین) فرماتے تھے، "مفتی صاحب کا دیوان خانہ دہلی کے تمام منتخب افراد کا مجمع و مرکز تھا۔ جاڑا، گرمی، برسات کوئی موسم ہو مگر شب کی یہ مجلس کوئی قضا نہیں کرتا تھا۔ ہر فن کے اکابر کو ان کے بہترین وقتوں میں دیکھا جاسکتا تھا۔ اگر کوئی نووارد دہلی آتا اور چاہتا کہ دہلی کے سارے اصحاب فضل و کمال کو بہ یک وقت دیکھ لے تو وہ سیدھا مفتی صاحب کے دیوان خانے کا رخ کرتا۔"

بفحوائے اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ کے موزونی سخن کی طرف بھی متوجہ ہو کر نظم و نثر میں
تقات شریف کو مصروف فرماتے ہیں۔ زہے امت خاتم المرسلینؐ۔ اس جگہ بقدر گنجائش کاغذ
بہ نظم اور کچھ نثر آپ کا درج کرتا ہوں تاکہ معلوم ہو کہ فصاحت و بلاغت کو کیا رتبہ عطا کیا ہے۔

دیباچہ رسالہ "لَا تُشَدُّ الرِّحَال"

الحمد للہ الذی جعل البیت امنا و مثابۃ للناس اجمعین ۔ وجعلہ ھدی و مبارکا للعالمین ۔ وفضل المدینۃ علی سائر البلاد ۔ وشرفہا بحلول خیر العباد ۔ وجمع لھا بین طریف الفضل والتلید ۔ وھی تنفی الناس کما ینفی الکیر خبث الحدید ۔ فیھا روضۃ من ریاض الجنۃ ۔ والنزول فیھا من المائم جنۃ ۔ وشرف بیت المقدس وبارک حولہ ۔ واشھر بین الناس مجدہ وطولہ ۔ وجعلہ مھبط الوحی ومتعبد الانبیاء ۔ ومستقر عبادۃ المکرمین والصلحاء ۔ وفضل المساجد الثلثۃ علی سائر العالم وعظمھا ۔ وکرم فضائلھا ۔ تجل ان تحد بحد ۔ او تعد بعد ۔ او تحصر بکلام ۔ او تحصی بنظام ۔ تشد الرحال الیھا من کل بلدۃ وقریۃ وفلاۃ ۔ والصلوٰۃ فیھا بمائۃ الف او الف او خمس مائۃ صلوٰۃ ۔ والصلوٰۃ علی سیدنا

"...... جب غدر ہوا تو مفتی صاحب خانہ نشین ہو گئے۔ مگر حالات کب انھیں بے تعلق رہنے دیتے تھے۔ قلعے میں جانا اور دربار میں شریک ہونا پڑا۔ پھر ان سے کہا گیا کہ بدستور عدالت کا کام جاری رکھیں۔ مگر انھوں نے عذر کر دیا۔ پھر جب بریلی سے بخت خان آیا تو اس نے علماء و مشائخ سے جہاد کا فتویٰ لکھایا۔ خانقاہ والوں کو بھی مجبور کیا کہ جامع مسجد میں آکر اس کا اعلان کریں۔ مفتی صاحب کو بھی دستخط کرنا پڑا۔ لیکن انھوں نے دستخط کے نیچے کتبت بالخیر لکھ دیا تھا۔

عربی میں اس طرح کے جملے خاتمہ عبارت میں لکھے جاتے ہیں۔ مگر الخیر پر انھوں نے نقطے نہیں دیئے تھے۔ غدر کے بعد جب ان کی روبکاری ہوئی اور فتویٰ پیش کیا گیا تو انھوں نے کہا ٹھیک ہے مجھے دستخط کرنا پڑا کہ مجبور تھا، توپ گولہ نہ تھا کہ مقابلہ کرتا۔ لیکن عربی میں جو کچھ لکھا ہے اسے بھی ساتھ ملا لیا

مُحَمَّدٍ الذی ھو افضل من کل راکع وساجد. وعلی آلہ واصحابہ الطاھرین العز الاماجد. ما ذکر المسجود لہ فی المساجد. ورضوان اللہ علی المتقین بآثارھم الذین بذلوا جھدھم فی استنباط الاحکام. وتحقیق عقائد الاسلام. اقبلوا علی تمھید اصولھا وقوانینھا. وتلخیص حججھا وبراھینھا. وابرموا قواعد الدین ومھدوھا. ورفعوا مبانیھا وشیدوھا. ورشدوا المسترشدین بایضاح المحجۃ. الزموا المعاندین باقامۃ الحجۃ. وحفظوا قواعد الشریعۃ الحنیفۃ السمحۃ البیضاء. من ان تزلزلھا شبہ اھل البدع والاھواء. شکر اللہ سعیھم. و اعاد الینا نفعھم.

امّا بعد فیقول العبد المسکین **محمد صدر الدین** وفقہ اللہ للعمل فی یومہ لغدہ. قبل ان یخرج الامر من یدہ، انّ العلم فی ھذا الزمان قد اندرس آثارہ وسقط عن القلوب محلہ ومقدارہ. ونضبت انھارہ. وتلحت اشجارہ. وغار ماءہ وھوارہ. وظلم فضاءہ. وتغیرت خضرتہ. وتبدلت نظرتہ وذھبت طراوتہ. وبیت نداوتہ. وغربت شموسہ واقمارہ وولت اصحابہ وانصارہ. وافلت ثوابتہ وسیارہ. رحلت احبارہ واخیارہ. حتی صار الیوم عیبا فاضحا ونقصا. فاضحی العلم مغلوبا. والجھل مطلوبا. والنقص کمالا. والحمق جمالا. والکمال وبالا. والحکمۃ ضلالا. والعقل فضولا. والھزل مقبولا. والبدعۃ سنۃ. والضلالۃ حکمۃ. وانصرفت الیھم عن تحصیل الحق بالتحقیق. زلت الاقدام عن سواد الطریق. بحیث لا یوجد راغب فی العلم ولا خاطب للفضیلۃ. وصارت الطبائع کانھا مجبولۃ علی الجھل والرذیلۃ. ومابقی من العلم الا الاسم. ولا من الدین الا الرسم. واما الذین لقبوھم الجھلۃ

جائے تو دستخط کی حالت واضح ہوجائے گی۔ میں نے صاف لکھ دیا ہے کہ کتبتُ بالجبر" جبر و تشدد سے دستخط کرایا گیا ہے۔ یہ محض حیلہ نہ تھا۔ مفتی صاحب نے بالقصد یہ جملہ لکھا تھا اور بالقصد نقطے نہیں دیئے تھے۔"

۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی کی ناکامی کے بعد جب انگریزوں کا پھر دلّی اور تمام برصغیر پاک وہند پر قبضہ ہوگیا اور ہنگامۂ دار و گیر شروع ہوا تو حضرت مفتی صاحب بھی گرفتار ہوگئے تھے لیکن الزام بغاوت سے

بالعلماء وهم فی غیر هذه البلده. فاکثرهم کما تری. ما علی قلوبهم اکنة فلا یکادون یفقهون حدیثا. او یحسدون الناس علی ما اٰتٰهم الله من فضله. فاذا جاءهم ما عرفوا من الحق کفروا به. وارادوا تلبیسا وتدلیسا. طائفة منهم یطعمون الاعمار. ولا یتضیئون بالانوار. ویحسبون انهم یحسنون صُنعا. همی ما یرتفع الیه نظرهم هو النقل عن الکافی. وما الکفایة من غیر الثقات الی درایته. واستبصار فی روایته. والقوا شراشرهم علی تصفح الروایات من الفتاوی غیر المعتمده. والنقل من شخص معین اومجهول. من غیر ان یخطر ببالهم تحصین فی الادلة والاصول لم یعلموا ان الذاهل عنه کبنیان علی غیر اساس. واذا سئل عما هو علیه لم یقدر علی ایراد حجة او قیاس. فیا حسرة علی ابناء الزمان. انهم قد اتخذوه ظهریا. وصار طلبه عند هؤلاء شیئا فریا. والمختار عند جماعة منهم الاخذ بالقول المرجوع. الذی لا تغنی من جوع. ولا تنفع من بوح. ومنهم من تمسك بروایة فقهیة نادرة فذه زعما منهم. ان لکل جدید لذة. کل بضاعتهم الطعن فی الائمة المجتهدین. وجل صناعتهم القدح فی الاولیاء المقربین. الصراط المستقیم والمحلی ماخذهم واساسهم. و ابن تیمیة وابن حزم رئیسهم ورأسهم. لا یهتدون الی طریق الحق بل یترددون فی تیه بلا هاد ودلیل. وهم اضلوا کثیرا وضلوا عن سواء السبیل. وفئة منهم یقلدون اٰباءهم فهم علی اٰثارهم مقتدون. اولو کان اٰباؤهم لا یعقلون شیئا ولا یهتدون. وبعضهم یستنبطون الاحکام عن الاحادیث والقراٰن. ولا یعلمون شیئا من العلوم حتی علم اللسان. وهم اذا وقعوا فی معضلة عمیاء. خبطوا فیها خبط عشواء. والذین معهم عابثون عن الاتباع والتقلید. و

بری قرار پائے۔ اور چند ماہ کے بعد رہائی ملی لیکن جائداد جو ضبط ہوئی وہ نصف سے زیادہ واگزار نہ ہوسکی۔ سب سے بڑا نقصان ان کے تین لاکھ کی مالیت کے کتب خانے کا تھا جو ضبط ہوگیا اور لاکھ کوششوں کے باوجود واپس نہ ملا۔

حضرت مفتی صاحب اہلِ علم ہی نہ تھے، علم وادب کے سرپرست بھی تھے۔ مدرسہ دارالبقاء کو آپ نے ازسرِنو جاری کیا تھا، طلبہ کے مصارف کے کفیل تھے۔ اساتذہ کی تنخواہیں دیتے تھے۔ حاجی محمد، ملّا

يقولون ان هذا ليس بسواء السبيل . واذا رجعوا الى شهر انهم ينقلون قولهم بلا حجة ولادليل . ولقد من الله سبحانه على هذه الامة لوجه العلماء فى كل عصر . الذين عضوا فى العلم بنواجذهم . ورموا غرض الاصابة بنوافذهم . وصرفوا فى تحصيل العلم اعمارهم . واحيوا لكسب الفضل ليلهم ونهارهم . فالّفوا وافادوا . وصنّفوا واجادوا . فطوبى لمن راجع اليهم ونزل رباعهم . ورائى الحق حقا . ورزق اتباعهم سحقا . لقوم الذين لايتزددون اليهم. ولايرجعون اما تليت عليهم . قل هل يستوى الذين يعلمون والذين لايعلمون . و كفى لنا مستندا على غواية كبراءهم . انهم حرموا السفر الى زيارة قبور الانبياء والاولياء . مستمسكين بحديث لاتشد الرحال . فامليت عليهم فى شرحه ما ينجليهم عن الضلال . مع تفرق البال . وتشتت الحال . فضلت اعناقهم خاضعين، وقالوا امنّا بما جاءنا من الحق المبين . والله سبحانه هو المسئول ان يوفقنا للصدق والصواب . ويصون عقولنا عن الزيغ والارتياب . ويجعلنا ممن شرح بالحق صدره وشرح فى فتح الباب الاشكال فرفع قدرا . وهو على ما يشاء قدير . وبالاجابة جدير .

اشعارِ عربی

وكنا كغصنى بانة قد تالفا	على دوحة حتى استطالا واينعا
يغنيهما حدح الحمايم مرجعا	ويسقيهما كاس السحائب منزعا
سليمين من خطب الزمان اذا سطا	خليلين من قول الحسود اذا سعا
ففارقنى من غير ذنب حبيبة	والقى بقلبى حرقة و توجعا
عفا الله عنه ما جناه فاننى	حفظت له العهد القديم وضيّعا

سرفراز اس مدرسے کے اساتذہ میں سے تھے ۔ حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی بھی اس مدرسے میں تدریس کے فرائض انجام دے چکے تھے ۔

تعلیم و تدریس کا بہت شوق تھا ۔ فرائض منصبی سے جو وقت ملتا تھا، اس میں طلبہ کو خود بھی پڑھاتے تھے ان کے تلامذہ میں سرسید احمد، نواب یوسف علی خاں رام پور، نواب صدیق حسن خاں قنوج ،

نثر فارسی

رہین منت بخت بیدارم کہ من ہیچ در حساب را کہ چوں حرف باطل بغلط بر زبان گوہر فشان نمیگزشت از روستائی بے اعتباری آوردہ روشناس شہرستان صحبت خطاب گردانید۔ واز نشیب گاہ فراموشی بالا دادہ وبر فراز والا پایگی یاد آوری رسانید۔ یاوری طالع راگزری بسر وقت بیدلان افتاد کہ دورگردان بزم دلفروز را کہ چوں غبار شکست در کنار آن راہ توانستی یافت از رہ سپر وادی بے آرامشی رہانیدہ الخ

غزلیات فارسی

آتش عشق فلک در دل و در جانم سوخت زآنکہ از داغ دگر دید کہ توانم سوخت الخ

گرز آتش سخنی ہیچ کمالم نفزود

لیکن آزردہ از و جان حسودانم سوخت

ولہ

حسن کے راہزن کافر و دیندار نبود آفت سبحہ بلای بت و زنار نبود الخ

آہ از خجلت آزردہ بیازار حبترا

ہیچش از جنس گراں مرتبہ در بار نبود

ولہ

خواہم دم دعا بدعا ہا گریستن شد بسکہ بی اثر بدعا ہا گریستن الخ

آزردہ خیر کامدہ عرفی و طالبا

از تو قصیدہ خواندن و زینہا گریستن

مولانا قاسم نانوتوی بانی دارالعلوم دیوبند، مولانا رشید احمد گنگوہی وغیرہ نامی گرامی اصحاب کے نام شامل ہیں۔

اس عہد کے تمام اکابر مثل غالب، مومن، شیفتہ، فضل حق وغیرہ سے ان کے نہایت قریبی دوستانہ تعلقات تھے۔ اور انگریز حکام ان کی عزت اور ان پر اعتماد کرتے تھے۔ ۱۸۶۸ء میں

غزلیاتِ ریختہ

نالوں سے میرے کب تہ و بالا جہاں نہیں
کب آسماں زمین و زمیں آسماں نہیں الخ

آزردہ نے پڑھی غزل اک میکدہ میں کل
وہ صاف ترکِ سینۂ پیرِ مغاں نہیں

ولہٗ

شب جوشِ گریہ تھا مجھے یادِ شراب میں × تھا غرق میں تصورِ آتش سے آب میں الخ

یہ عمر اور عشق ہے آزردہ جائے شرم
حضرت یہ باتیں پھبتی ہیں عہدِ شباب میں

ولہ

حُسن کی شان سے ہے یہ سے مستور نہیں
ورنہ ہوتا کبھو یوں جلوہ سرِ طور نہیں الخ

ترکِ روئے خوش آزردہ محالات سے ہے
یوں خدائی تو خدائی سے ہے کچھ دور نہیں

دہلی میں انتقال ہوا۔ ظہور الدین ظہور نے قطعۂ تاریخ کہا ہے۔ اس کے آخری شعر میں "چراغش" سے تاریخ ولادت ۱۲۰۴ھ اور "چراغ دوجہاں بود" سے تاریخِ وفات ۱۲۸۵ھ نکلتی ہے ؎

چراغش ہست تاریخ ولادت
کنوں گفتم چراغ دوجہاں بود

منتہی المقال فی شرح حدیث لاتشد الرحال، درالمنضود فی حکم امرأة المفقود، مجموعۂ فتاویٰ وغیرہ تصانیف آپ کی یادگار ہیں۔

(مسلسل)